رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

## مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو علالت سے افاقہ ہے اسلئے حضور کی اقتدا میں نمازیں ادا ہوتی ہیں ؛

یہاں ۳ جولائی کو پہلا روزہ رکھا گیا ہے تراویح پڑھانے کے لئے اول شب مسجد اقصےٰ میں حافظ صوفی تصور حسین صاحب اور آخر شب مسجد مبارک میں جناب قاری غلام یٰسین صاحب مقرر ہوئے ؛

اخبار صادق کی جس کے متعلق گذشتہ پرچہ میں اطلاع دیگئی ہے۔ ایک روپیہ سالانہ قیمت ہے ؛

موسمی عوارض کی جو شکایت تھی۔ اُس میں نسبتاً کمی ہوگئی ہے ؛

## اخبار احمدیہ

**خوشخبری۔** بڑی خوشی کی بات ہے۔ کہ ہمارے نوجوان اور قابل پروفیسر عطاء الرحمٰن صاحب ایم اے جو ابھی چند ہی دن ہوئے۔ کچھ عرصہ قادیان میں رہ کر گئے ہیں۔ صوبہ آسام کے اسلامیہ مدارس کے سب انسپکٹر بنائے گئے ہیں۔ اور اس کے متعلق سرکاری گزٹ میں اعلان کیا گیا ہے۔ ہم پروفیسر صاحب موصوف کو تہِ دل سے مبارکباد دیتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت کے شکریہ میں بیش از پیش خدمت دین میں حصہ لیکر اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج بھی حاصل کرنے کی کوشش فرمادیں ؛

## مولوی محمد علی سے گفتگو

ہمارے ایک مبلغ لکھتے ہیں۔ کہ میری مولوی محمد علی صاحب سے کچھ باتیں ہوئیں میں نے سوال کیا۔ کہ آپنے حضرت صاحب کی تمام تحریر و تقریر پڑھی کہ الہامات پر بھی حدیث کو حکم ٹھیرایا ہے۔ تو پھر حضرت صاحب کس چیز پر حکم تھے۔ اس سے بہت گھبرا گیا۔ اور گرم ہوکر بولا۔ تم لوگ سخت گمراہ ہو۔ خیر قیل وقال بہت ہوئی۔ لیکن میرے سوال کا کچھ جواب نہ دیا۔ مینے کہا۔ کہ آپ اپنی سب تصانیف جو اختلاف کے بعد کی ہے۔ وہ دیدیں۔ میں خود تحقیقات کردں۔ جواب دیا۔ کہ یہاں دس روز رہو۔ میں آپ کو خوب سمجھاؤں گا۔ مینے کہا مجھے جلدی جانا ہے اس لئے زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ اسپر کہا۔ تم لوگ میاں صاحب سے ڈرتے ہو۔ اور کچھ تنخواہ کے خوف سے بھی ڈرتے ہو۔

ہم تم کو دگنی تنخواہ دیں گے۔ اگر نہیں تو جتنے روز ٹھہر جاؤ گے خرچ ہم دیں گے۔ میں نے کہا۔ کہ حضرت میاں صاحب سے اللہ کے لئے ڈرتا ہوں۔ ورنہ ان کی کوئی جسمانی حکومت نہیں ہے۔ جس کے رعب میں میں ہوں۔

## ایک صاحب کشف انگریز کا قبول اسلام

مبلغ احمدیت مولانا چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔ اے سوتھ سی واقعہ انگلستان سے

ایک دفعہ لیکچر کے لئے گئے۔ تو ایک شخص نے ملاقات کی اجازت مانگی۔ اجازت دئے جانے پر اس شخص نے آتے ہی السلام علیکم کہا۔ اور چوہدری صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟ مکرم چوہدری صاحب نے جواب دیا نہیں۔ اس نووارد نے کہا۔ میں آپ کو جانتا ہوں۔ کیا آپ غیب کی مدد پر ایمان رکھتے ہیں۔ چوہدری صاحب نے جواب دیا۔ یونہی کی امداد پر ایمان رکھتا ہوں۔ اس پر نووارد انگریز بولا۔ مجھے رویا میں ایک ہندوستانی جو آپ کے سوا کوئی اور شخص ہے۔ یہ بتایا گیا تھا۔ کہ سوتھ سی میں ایک ہندوستانی مسلمان آئیگا۔ جو تم کو اسلام سکھائیگا۔

اس ملاقات کے بعد چوہدری صاحب نے براہ راست بتوسط ایک برٹش احمدی خاتون کے ان صاحب کو اسلام سکھانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخر خدا کے دین اور اس زمانے کے رسول کی صداقت نے اس نوجوان انگریز کے قلب پر اپنا اثر کیا چنانچہ اب وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں سیدنا حضرت محمود کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیعت کا فارم اپنے ہاتھ سے پُر کر کے حضرت کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ استقامت بخشے۔ ہمارے نئے بھائی کا سابق نام مسٹر یارگن یونس ہے۔

جس معزز احمدی خاتون نے مسٹر یونس کی درخواست بیعت بھیجی ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ:۔

"میرے لئے آج بہت ہی بڑی خوشی کا دن ہے۔ کیونکہ میں مسٹر یونس کا بیعت فارم حضور کی خدمت میں بھیجتی ہوں۔ میں مسٹر یونس کو مدت دراز سے جانتی ہوں۔ اور میرے علم میں وہ نہایت مخلص اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے والا آدمی ہے اس کے جوش کا یہ حال ہے۔ کہ وہ اسلام کے متعلق گفتگو کرنے میں کوئی موقعہ ضائع نہیں جانے دیتا۔ اور بہت سے لوگوں کو اپنے زیر اثر لانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ میں بڑے ادب سے اور عاجزانہ طور پر حضور سے درخواست کرتی ہوں۔ کہ حضور اور تمام جماعت اس مخلص کے لئے دعا کریں"۔

(الفضل) ہم اپنے ایک معزز بھائی کے اسلام قبول کرنے کی خوشخبری پہنچاتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی سے جھکتے ہیں کہ اس نے اپنے فضل سے ہمارے مبلغین کے ذریعہ وہ کام کر دکھایا۔ جس کا دوسروں کے وہم و خیال میں بھی آنا مشکل ہے۔ اور بڑی خوشی کی بات یہ ہے۔ کہ وہ سعید روحیں جنکو ہمارے مبلغین کے ذریعہ نور ایمان حاصل ہوتا ہے۔ دوسروں کو اس سے بہرہ ور کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتی ہیں۔ چنانچہ ہمارے اس نو مسلم بھائی کے اسلام لانے کا موجب ایک حد تک ہماری وہ معزز احمدی خاتون ہوئی ہے جسکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔

ناظرین کو یہ بتا دینا بھی موجب خوشی ہو گا۔ کہ خاتون موصوف خود نہایت پارسا نیک اور صاحب کشف ہیں۔

## بنگال سے خط

مولوی عبد الواحد صاحب لکھتے ہیں۔ اس ہفتہ مختتمہ میں چار آدمی جدید داخل سلسلہ حقہ ہوئے ہیں۔ فاتحہ للّٰہ، نقل الاحمد، آکتیرا۔ ہر چند کوشش تو اسقدر کی جاتی ہے۔ کہ اگر روک سامنے نہ آئے۔ تو اس جوار و اقطار کے کل مسلمانوں کو احمدی کر لیا جائے۔ مگر کامیابی اسی حد تک ہوتی ہے۔ جو منظور الٰہی ہے۔ اس میں کسی مخلوق کی کچھ طاقت کارگر نہیں ہوتی ہے۔ چٹاگانگ کے حالات سے حضور پر واضح ہوا ہوگا۔ کہ اس شرقی بنگال میں بھی اشاعت سلسلہ حقہ میں کیسے کیسے مشکلات کا سامنا ہے۔ باوجود اس کے جسقدر ترقی سلسلہ کی یہاں ہو رہی ہے۔ خاص خداوند پاک کے فضل بے نہایت اور حضور کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ شکر اس کا ادا نہیں ہو سکتا۔ یہاں کے احمدیوں میں دو شخص نہایت تکلیف میں ہیں۔ ایک تو میر سکندر علی صاحب اور دوسرا میاں اظہر الدین۔ اور اس کا اصل سبب ان دونوں کا اکیلا اپنے اپنے گاؤں میں ہونا ہے لیکن میر صاحب موصوف کی نسبت ان دنوں آثار فضل الٰہی و قبولیت دعا حضرت خلیفۃ المسیح ایسے ظہور میں آئے ہیں۔ کہ دل باغ باغ ہو رہا ہے۔ ان کا جو بہت سخت مخالف ہے اور شرارت میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ اس پر خدا کی طرف سے ایسی آفت آئی ہے۔ کہ وہ بالکل مجبور ہو گیا ہے۔

## مباحثہ گڈھ شنکر

چوہدری عبد السلام صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ۲۴-۲۵ جون کو مولوی عصمت اللہ صاحب کے ساتھ بحث مقرر ہو گئی۔ گڈھ شنکر میں چوہدری رحمت خان صاحب کے مکان پر جناب میر محمد اسحاق صاحب بحث کرتے رہے۔ بحث مسئلہ حیات و ممات مسیح علیہ السلام پر تھی چودہ دلائل جناب میر صاحب نے دیئے۔ ان میں سے ایک دلیل کا جواب بھی مولوی عصمت اللہ صاحب نے نہیں دیا۔ بلکہ شعر پڑھ کر اور ہنسی میں ٹلاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بحث کا بہت اچھا اثر ہوا۔ کئی لوگ احمدیت کے قریب آ گئے ہیں۔ اور انہوں نے قادیان جانے کا اقرار کیا ہے۔

برادر محمد صدیق صاحب ریلوے گارڈ کی خدمات افریقہ میدان جنگ میں منتقل ہوئی ہیں برادر موصوف وہاں پہنچ چکے ہیں۔ احباب کرام دعا کرتے رہیں۔ کہ اللہ اس مخلص بھائی کا حافظ و ناصر ہو۔

ضرورت ہے شمیم دار کے لئے جو سٹر کول پر کام کرتا ہے ایک ڈرائیور کی۔ احمدی کو ترجیح دیجاویگی۔ بشرطیکہ ۵ جولائی سے پہلے میرے پاس درخواست بھیجدیں۔ میرے ایک عزیز کو ضرورت ہے بیٹے احمدی کیلئے کوشش کی ہے تنخواہ مبلغ للعہ روپیہ ہوگی بہت جلدی کوشش فرمادیں۔ راقم فضل حق احمدی۔ نور منزل۔ بٹالہ۔ ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - ۴ر جولائی ۱۹۱۶ء

# الفضل کی چوتھی جلد کا آغاز

خدا کے فضل اور اُسی کی توفیق سے اخبار الفضل کا تیسرا سال ختم ہو کر اس پرچہ سے چوتھے سال کی ابتدا ہوتی ہے دعا ہے۔ اللہ تعالےٰ سال نو کو الفضل کے لئے مبارک اور تمام جماعت کے لئے الفضل کی خدمات کو مفید اور فائدہ رساں بنائے ۔

گذشتہ سال میں الفضل نے خدا کے فضل سے جماعت کی جو خدمات کی ہیں ۔ انکی نسبت میں کچھ نہیں کہوں گا - ہمارے باقاعدہ ناظرین کرام خود اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں - البتہ میں مختصر طور پر ان مشکلات کی طرف اشارہ کرونگا - جن سے اخبار کو اس سال گذرنا پڑا ہے - اور جن کی وجہ سے اس کی مالی حالت پر ناگوار اثر پڑا ہے ۔

گذشتہ سال چھ ماہ کے قریب اخبار ہفتہ میں تین بار ۸ صفحہ پر شائع ہوتا رہا ہے - اور اسی طریق پر شائع ہوتا رہتا - اگر ناظرین کرام بہت تھوڑی سی توجہ بھی توسیع اشاعت کی طرف مبذول فرماتے - لیکن افسوس کہ احباب کی سرد مہری سے اخبار بجائے ترقی کے تنزل کی طرف جھکتا گیا اس لئے مجبوراً ہفتہ میں دو بار کرنا پڑا - لیکن اس طرح بھی اخبار کے سر سے مالی بوجھ کا بہت ہی قلیل حصہ دور ہوا - کیونکہ اخبار بجائے آٹھ صفحہ کے بارہ صفحہ کر دیا گیا - گویا صفحات کے لحاظ سے اخبار میں کوئی کمی نہ کی گئی - اس واسطے سوائے محصول ڈاک میں کسی قدر کمی ہو جانے کے دیگر اخراجات میں کسی قسم کی کمی نہ ہوئی - ایڈیٹوریل سٹاف کی اسی طرح ضرورت رہی جس طرح ہفتہ میں تین بار شائع ہونے کے وقت تھی - نیز انتظامی امور کے متعلق بھی وہی پہلی صورت قائم رکھنی پڑی - اور اس وقت تک جبکہ اخبار کی چوتھی جلد کا آغاز ہے - اخبار اسی طریق اور انہی اخراجات کو برداشت کرتا ہوا شائع ہو رہا ہے - یوں تو ہر سال ہی اخبار کے محترم مالکان کو اخراجات کے ایک کثیر حصہ کو خود برداشت کرنا پڑتا ہے لیکن اس سال اس میں بہت زیادتی ہو گئی ہے - کیونکہ جنگ کی وجہ سے وہ تمام اشیاء جن کا تعلق اخبار سے ہے بہت زیادہ گراں ہو گئی ہیں - وہ کاغذ جو پہلے اخبار کو لگتا تھا اس وقت دوگنی اور تگنی قیمت ادا کرنے پر بھی میسر نہیں آ سکتا - اور جو استعمال کیا جا رہا ہے - وہ بھی قریباً اڑھائی گنا زیادہ قیمت پر مشکل سے دستیاب ہو رہا ہے - اس کے علاوہ پریس کا مسالہ وغیرہ بھی اسقدر بیش قیمت ہو گیا ہے کہ جو چیز پہلے ایک روپیہ کو آتی تھی - اب دو روپیہ کو بھی مشکل سے مل سکتی ہے - اس سے احباب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پہلے کی نسبت اب اخبار کسقدر زیادہ اخراجات کا متحمل ہو رہا ہے - لیکن کیوں؟ کیا کسی مالی نفع کے لئے یا کسی دنیاوی غرض کے لئے ہرگز نہیں - بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی برگزیدہ جماعت جو اکناف عالم میں پھیلی ہوئی ہے - اس تک وہ آب حیات پہنچائے جس سے ان کے ایمان اور روح تازہ ہوتے ہیں - اور انہیں اس نور سے منور کرے - جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ چمکا ہے لیکن کسقدر افسوس اور رنج کا مقام ہے کہ اخبار کی اشاعت کا دائرہ بہت ہی محدود ہے - اور اتنا بھی نہیں کہ اخبار اپنے پاؤں آپ کھڑا ہو سکے - کیا اخبار کی اشاعت کا اس قدر محدود ہونا اس بات کا ثبوت نہیں ہے - کہ ہمارے احباب کو ایک ایسے اخبار کی ضرورت نہیں - جو انہیں اپنے امام محترم کے کلمات طیبات سے بہرہ اندوز کرے - سلسلہ کے حالات سے آگاہ کرے - اور دُور دراز کے احمدی احباب سے تعارف کرائے - اگر انہیں ان باتوں کی ضرورت ہے - اور واقعہ میں بڑی ضرورت ہے - تو پھر کیا وجہ ہے کہ اخبار الفضل جو ان فرائض کو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہا ہے - اس کے بقا کی انہیں فکر نہیں - اور اسکی توسیع اشاعت کی طرف کوئی توجہ نہیں - اسوقت تک اخبار الفضل نے جن کاموں کو اپنے ذمہ لے رکھا ہے - اور جن کے سرانجام دینے میں مقدور بھر ہمیشہ کوشاں رہتا ہے - انکی خوبی اور عمدگی میں کسی کو کلام نہیں ہو - اور ہر ایک احمدی ان کو دل و جان سے پسند کرتا ہو لیکن افسوس یہ ہے - کہ اخبار کی مدد اور توسیع اشاعت کی طرف خیال نہیں کیا جاتا - حالانکہ الفضل کا اپنے فرائض کو عمدگی اور خوبی سے سرانجام دینا اسی پر منحصر ہے کہ جسقدر اخبار کی مالی حالت قابل اطمینان ہو گی - اسی قدر اخبار احباب کے لئے زیادہ روحانی غذا مہیا کرنے کا عمدہ انتظام کر سکیگا - اور سچ تو یہ ہے کہ اسوقت تک بھی الفضل نے باوجود ناظرین کی اس سرد مہری اور اخراجات کی تنگی کے جو انتظام کیا ہوا ہے وہ سلسلہ کے تمام جرائد میں سے اسی کی خصوصیت اور حصہ ہے - حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کے خطبات جمعہ کا بالترتیب اور بلا ناغہ شائع کرنا - حضور کے کلمات طیبات کو احباب تک پہنچانا - اخبار احمدیہ کے تحت میں تمام برادران سلسلہ کے حالات اور واقعات شائع کرنا - مبلغین سلسلہ احمدیہ کی رپورٹیں اور مباحثات درج کرنا - مختلف مقامات کے احمدیہ جلسوں کی رپورٹیں بہم پہنچانا - حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو دنیا کے سامنے پیش کرنا - مخالفین سلسلہ کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینا - اپنی جماعت کے لئے اصلاحی تجاویز پیش کرنا اور نیز ضروریات سلسلہ کی طرف متوجہ کرنا - مخالفان سلسلہ کی دست درازیوں سے ستم رسیدہ احمدی احباب کے متعلق گورنمنٹ کو توجہ دلانا یہ چند موٹے موٹے کام ہیں جن کو الفضل انجام دیتا ہے - لیکن ان کے علاوہ اور بھی ایسے کام ہیں - جن کے بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے - ہاں حضرت امیر المومنین کے درس قرآن کے متعلق جس کے شائع کرنے کا الفضل نے بیڑا اٹھایا ہوا ہے - ہم قابل افسوس گردانے جا سکتے ہیں - لیکن ناظرین کو جب یہ معلوم ہو جائے گا - کہ الفضل اس وقت تک درس قرآن شائع نہیں کر سکتا - جب تک کہ حضرت خلیفہ ثانی اسکی نظر ثانی نہ فرما لیں - تو ہمیں معذور رکھیں گے - ہم آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ انتہائی کوشش کرینگے - کہ درس قرآن کی نعمت سے ناظرین کرام کو شیریں کام کرتے رہیں - لیکن الفضل کو اپنے احباب کی امداد کی سخت ضرورت ہے - اس کی طرف توجہ کرنا آپ صاحبان کا کام ہے - خدا تعالیٰ آپ کو توفیق دے ۔

# ووکنگ مشن اور ہم

## ووکنگ میں کیسے مسلمان بنائے جا رہے ہیں!

(نمبر ۲)

لاہور کے لیکچر میں میں نے ان مشکلات کا بیان کیا تھا جنکی وجہ سے خواجہ صاحب کو تبلیغ اسلام میں ایک خاص پالیسی اختیار کرنی پڑی۔ اسبات کا خواجہ صاحب خود اقرار کرتے ہیں کہ انہوں نے تبلیغ اسلام کی جو طرح ڈالی ہے وہاں کے حالات کو مطالعہ کر کے مناسب طرز اختیار کی ہو اور سہل ترین طریق پر کاربند ہونے کی کوشش کی ہے۔ یورپ کی طبیعت دہریت اور مادہ پرستی کی طرف مائل ہے اس لئے الہام و وحی کا ان لوگوں سے منوانا ذرا مشکل کام تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے الہامات اور پیشینگوئیوں کا ذکر بھی خواجہ صاحب کو چھوڑنا پڑا۔

اسبات پر ایک دن گفتگو تھی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا کیوں ذکر نہیں کرتے خواجہ صاحب نے کہا۔ ان پیشگوئیوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ کیا ہم نے حضرت صاحب کو الہامات و پیشگوئیوں کی وجہ سے مانا تھا۔ نہیں بلکہ اسلام کا فلسفہ جو آپ نے بیان کیا ہے اسی سے ہم نے مانا تھا۔ اور اسی سے یورپ مانیگا۔ اور اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے۔ کہ کسی شخص کا نام لینے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ یا بالفاظ دیگر یورپ کے سامنے ایسی طرز پر اسلام کو پیش کرنا آسان تھا۔ اور جلدی کامیابی بھی ہو سکتی تھی۔ خواجہ صاحب اور ان کے دیگر احباب خود مقر ہیں کہ اقرار توحید اسلام کے لئے بس ہے۔ اور لوگوں کو مسلمان بنانے میں کثرت سے اسبات پر عمل بھی ہے۔ ایک مشہور جرمن فلاسفر کا مقولہ ہے کہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کا اقرار اسلام ہے تو ہم سب مسلمان ہیں۔ اور یہ صحیح بھی ہے۔ کیونکہ بہت سے لوگ یورپ میں اس مذہب کے قائل موجود ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو کیا ووکنگ کے مشن کا کام صرف فہرستیں شائع کرنا تھا؟ لیکن یہ ایمان کہ اللّٰہ تعالےٰ کے ساتھ انسان کا براہ راست تعلق اور کلام ہوتا ہے۔ اور آج کل بھی کم از کم ہم میں سے ایک کے ساتھ ہوا ہے۔ بالکل معدوم ہے اور لہذا منوانا بھی مشکل۔ اس لئے جلد بازوں کو یہ طرز چھوڑنی پڑی۔ میری غرض لیکچر میں صرف اتنی تھی۔ اور الفاظ بھی یہی تھے۔ کہ باوجود مسلمان ہونے کے اور کلمہ شہادت کے اقرار کے ابھی تک ان میں دہریت کی رگ باقی ہے جو احمدیت کے پیش کرنے کے بغیر دور نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ایک نو مسلم انگریز سے مذہب پر میری گفتگو ہوئی۔ یہ انگریز کئی مہینوں تک ووکنگ کی مسجد میں خواجہ صاحب اور مولوی صدر الدین صاحب کے زیر تربیت رہ چکا ہے۔ اور ووکنگ میں کئی لوگ اس انگریز کے ذریعہ سے مسلمان ہوئے ہیں اثنائے گفتگو میں اس نے کہا۔ کہ قرآن شریف کی بہت سی باتوں پر مجھے یقین نہیں۔ اور اگر اسلام کا اقرار کرنے سے پہلے مجھ کو قرآن شریف پڑھنے کا موقع ملتا۔ تو میں مسلمان نہ ہوتا۔ بعث بعد الموت کو بھی میں نہیں مان سکتا۔ میں صرف اسی رنگ میں آئندہ زندگی کا قائل ہوں کہ ہمارے چال چلن کا اثر ہماری اولاد پر پڑتا ہے جو ہمارے جسم کا ایک حصہ ہیں ✦

ایک اور معزز انگریز مسلمان نے اپنی تقریر میں جبکہ ڈیڑھ سو کے قریب مسلمان مرد و عورت موجود تھے۔ کہا کہ ہم مانتے ہیں کہ قرآن شریف میں شراب منع ہے لیکن اگر نبی محمدؐ اس وقت موجود ہوتے۔ تو ضرور شراب کے استعمال کی اجازت دیتے۔ اسلئے میں تو پی ہی لیا کرتا ہوں۔ یہ عملی کمزوری نہیں۔ بلکہ اعتقادی نقص ہے۔ اور اسی کا نام میں دہریت کی رگ یا دہریت طبع ہونا رکھتا ہوں۔ باوجود اسبات کے ماننے کے کہ قرآن شریف الٰہی کلام ہے۔ تو بھی اس کے دل میں یقین ہو کہ قرآن شریف آج کل کے حالات اور ضروریات کے مطابق نہیں۔ باقی یہ بات کہ ان لوگوں کی زبان میں الہام اور نبوت کے وہ معنی نہیں ہیں۔ جو ہم لوگ سمجھتے ہیں۔ اسبات سے سمجھ میں آ سکتے ہیں کہ انگریزی کا مشہور مصنف کارلائیل نبی کریم صلے اللّٰہ علیہ وسلم کو سچا پرافٹ بھی کہتا ہے۔ اور پھر یہ بھی کہتا ہے۔ کہ قرآن نا پاکیوں اور غلطیوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور یہ کہ ایک لایعنی آواز ہے۔ کہ جسکے کوئی معنے نہیں۔ اور یہ کہ شیکسپیئر کی کتابیں قرآن سے اعلیٰ ہیں۔ اس لحاظ سے شیکسپیئر محمد صلے اللّٰہ علیہ وسلم سے بڑا پرافٹ تھا ✦

باقی رہا یہ امر کہ آیا واقعی دنیا کو اسبات کی ضرورت ہے۔ کہ اس کے سامنے تازہ بتازہ وحی اور حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی پیش کی جائے۔ یا نہیں۔ میں خواجہ صاحب ہی کی تحریر سے پیش کرتا ہوں۔ جو ۲۳ مئی سنہ ۱۹۱۶ء کے پیغام میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں خواجہ صاحب یہ لکھتے ہیں۔ کہ دنیا میں آج کل جو مرض پھیلی ہے۔ وہ وحی و الہام کا انکار ہے۔ اور اسی کے علاج کے لئے مسیح موعودؑ بھیجے گئے تھے۔ اس میں دنیا کی تمام قومیں اور فرقے شامل ہیں۔ اور یہ بھی ایک قسم کی دہریت ہے جسکو خواجہ صاحب Agnosticism کہتے ہیں۔ ایک انگریزی اصطلاح کے استعمال کرنے کی ضرورت شاید اس واسطے پیش آئی ہے۔ تاکہ عام لوگوں میں بے دلی پیدا نہ ہو۔ خاصکر وہ لوگ جن کے لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ دہریہ لوگ یورپ میں بستے ہیں۔ ان کو اکثر Agnostic ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ ایتھی ازم کی نسبت یہ محفوظ لفظ ہے۔ اور علمی رنگ میں اسپر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ ان کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ سوائے قدرت کی ان اشیاء کے جو ہمارے سامنے ہیں۔ ہمیں نہ کوئی اور علم حاصل ہے۔ اور نہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہمیں علم نہیں کہ آیا کوئی خدا ہے بھی یا نہیں۔ باقی مختلف مذاہب نے جو خدا پیش کیا ہے ان سب کا ان کو انکار ہے۔ خواہ وہ خدا ہو جو قرآن نے پیش کیا ہے۔ خواہ وہ جو عیسائی مذہب نے پیش کیا ہے۔ خواجہ صاحب کی عبارت کا ایک حصہ مندرجہ ذیل ہے "خدا کی ہستی کے منکر تو اب دنیا میں تھوڑے ہیں۔ ہاں اسبات سے دنیا کو قطعاً انکار ہے کہ اس کی طرف سے دنیا میں علم آوے۔ اس عقیدہ کو انگریزی

ہیں اگنا سٹیزم کہتے ہیں جس کا اثر آج ہر ایک مذہب پر ہے۔ اس عقیدہ سے نبوت اور الہام کا خاتمہ ہوکر کل الہامی مذاہب کا صفایا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کے منکر وہ لوگ ہیں جو کسی مذہب کو بھی خدا کی طرف سے قرار نہیں دیتے ؎

اس عقیدہ نے دو اور گروہ بھی خدا کے پرستاروں میں پیدا کر دئے ہیں۔ وہ لاکھ اپنے آپ کو اگنا سٹیزم کے پیرو نہ کہیں۔ لیکن دراصل وہ ایک نہ ایک رنگ میں اگنا سٹک ہیں۔ اوّل برہمو سماج جو الہام کے قائل نہیں۔ دوئم وہ جو خارجی الہام کے تو قائل ہیں لیکن وہ اس کو مسئلہ نبوت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ انبیا ملایک فطرت خدا کی طرف سے دئے جاتے ہیں۔ جس سے وہ منشاء ایزدی کو پڑھ لیتے ہیں۔ یہ عقائد دراصل اس بدعقیدگی کی شاخیں ہیں۔ جس کا نام اگنا سٹیزم ہے۔ یہی عقیدہ عیسائیوں کا انجیل کے متعلق۔ تعلیمیافتہ یہودیوں کا توراۃ کے متعلق اور آریوں کا ویدوں کے متعلق اور نیچریوں کا قرآن کے متعلق ہے۔ اس زمانہ میں خطرناک روحانی مرض جو ہے۔ وہ انکار نبوت ہے۔"

خواجہ صاحب کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ یورپ کے تمام عیسائی اگنا سٹک ہیں۔ تمام برہمو سماج بھی اگنا سٹک ہیں۔ ہندوؤں میں آریہ اور مسلمانوں میں نیچری لوگ بھی اگنا سٹک ہیں۔ اور یہ عقیدہ ایسا خطرناک ہے کہ تمام الہامی مذاہب کو جڑ سے نکالتا ہے تو پھر اگر اسی اعتقاد کے انگریز نومسلموں کی نسبت میں نے کہدیا۔ کہ ان میں ابھی دہریت کی رگ باقی ہے۔ اور سوائے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش کرنے کے یہ جڑ۔ کاٹی نہیں جا سکتی۔ تو میں نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ جتنا کہ خواجہ صاحب نیچری مسلمانوں کی نسبت کہتے ہیں۔ اگر ہندوستان میں مسیح موعود کا آنا اس فتنہ کو دور کرنے کے لئے ضروری تھا۔ تو آپ یورپ کو جو کہ ہندوستان سے بھی اس معاملہ میں بدترین ہے۔ کیوں اس سے مستغنی سمجھتے ہیں۔ کیا آپ لوگوں کے چڑنے کی صرف یہی وجہ ہے۔ کہ آپ لوگوں کے نام کے ساتھ ان لوگوں کا اسلام وابستہ ہے۔ اگر یہ بات ہے تو پھر تو بحث کا ختم ہونا ناممکن ہے۔ ورنہ ہر ایک احمدی سمجھتا ہے۔ کہ دہریت کی جڑ کاٹنے کے لئے موجودہ زمانے میں مسیح موعود کو ایک نبی کے رنگ میں پیش کرنا ضروری ہے۔ پھر تنزلاً میں آپ سے یہ بات پوچھتا ہوں۔ فرض کرو۔ ایک بات کے ثابت کرنے کے لئے ایک شخص کے پاس دس دلائل ہیں۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے مقدمہ کو ثابت کرنے کے لئے نو دلائل کو تو استعمال کرے۔ اور دسویں دلیل کو چھوڑ دے جبکہ وہ دسویں دلیل ایسی ہو کہ وہ پہلی نو دلائل کو بھی قوت بخشتی ہو۔

بتلائیے کہ جب آپ لوگ ہی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود کو سچائی کی ایک دلیل سمجھتے ہیں۔ اور وہ دلیل بھی ایسی کہ جو خدا تعالیٰ نے خود ہمیں اپنے ہاتھ سے عطا کی تھی۔ تو آپ عطیہ الٰہی کو کیوں استعمال نہیں کرتے۔ اور پس پشت ڈالتے ہیں۔ آپ لوگ مانیں یا نہ مانیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہ تمام مشکلات ضعف ایمان اور ظاہری سامان پر بے جا بھروسہ کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ باقی امور کا تیسرے آرٹیکل میں جواب دیا جائے گا ؎ فتح محمدؐ

(چودہری فتح محمد صاحب ایم اے مبلغ احمدیت بہ انگلستان)

---

# لنڈن کے احمدی نومسلموں کے خطوط

---

ناظرین کرام کی دلچسپی کے لئے چند ایسے خطوط چھاپے جاتے ہیں۔ جو مکرم معظم چودہری فتح محمد صاحب ایم۔اے کے نام حال میں آئے ؎ (ایڈیٹر)

(۱)

میرے پیارے دوست!

آپکا نوازش نامہ جو کہ آپنے ایس ایس ہیرانا مارو سے ارسال فرمایا تھا۔ ملا۔ مشکور ہوں۔ آپکے حالات سے مطلع ہونا میرے لئے بہت ہی باعث مسرت ہوا۔ یہ ہی ایک خط تھا جو آپ کی طرف سے جب سے میں یہاں آیا ہوں ملا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا۔ کہ پچھلے سال آج کل کے دنوں میں آپ اور میں اکیٹھے ووکنگ میں کسطرح خوشی سے رہتے تھے میں اس دن کا بڑی محبت سے انتظار کر رہا ہوں۔ کہ جب ہم پھر ملاقات کا موقعہ ملیگا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں بھی کہیں آپ کی ہمسائگی میں رہوں۔ پھر کیا ہی اچھا وقت ہوگا۔ جب ہم اکیٹھے مسجد میں نماز ادا کرینگے ؎

میں آج کل ہر روز رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مطالعہ کرتا ہوں۔ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے میرے دل پر قبضہ کرلیا ہے۔ آئندہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی اسلام کی تعلیم (قرآن کریم) کے احادیث نبویہ کے اور رسول کریمؐ کی زندگی کے مطابق بسر کروں۔ اسلئے میں آپ سے ملتمس ہوں کہ آپ براہ مہربانی قرآن مجید کا اردو ترجمہ جو کہ مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب یا کسی اور کا کیا ہوا ہے۔ ارسال فرماویں میرے پاس راڈول صاحب کا ترجمہ قرآن کریم ہے مگر منجملہ ترجمہ کی غلطیوں کے تفسیری نوٹ ہمارے مذہب (اسلام) کے لئے اسقدر لغو اور ہتک آمیز ہیں کہ میں ان کے دیکھنے سے ہی سخت متنفر ہوں۔ حدیث کی کتاب جو میرے پاس ہے۔ اس میں چند ایک قرآن کریم کی آیات ہیں۔ جو کہ انگریزی بلینک ورس میں لکھے ہوئے ہیں۔ میں اس خیال کو پسند کرتا ہوں۔ اس لئے اگر آپ مجھ کو اردو ترجمہ (قرآن کریم کا) ارسال کریں۔ تو میں اسکو انگریزی بلینک ورس میں لکھوں گا۔ اور آپ براہ نوازش مجھ کو عربی کی پہلی کتاب جو کہ رائے گلاب سنگھ اینڈ سنز لاہور نے چھپوائی ہے۔ ارسال فرمادیں۔ میرے خیال میں اسکی قیمت ۲ ہے۔ اور ایک عربی تلفظ کی ڈکشنری بھی ارسال فرماویں۔ کیونکہ میرا ارادہ ہے کہ میں عربی زبان کا ماہر بنوں۔ تاکہ میں مقدس کتاب قرآن کریم کو اسکی اصلی زبان یعنی عربی میں ہی پڑھ سکوں ؎

میں چاہتا ہوں کہ قرآن شریف اور احادیث مقدس ہر روز بلاناغہ پڑھا کروں۔ اور اپنا دستور العمل ان کے مطابق بناؤں۔ میری گذشتہ مذہب سے لاپرواہی (خدا کا شکر ہے) کہ اب رخصت ہوگئی ہے۔ اور میں اپنے

دینی فرائض کی ادائگی میں بہت بشتگی سے کاربند ہوں۔ آپ براہ مہربانی وقتاً فوقتاً مجھ کو جوش دلانے والے خطوط جن میں کہ دینی امور کی بابت مطلع کرنے والے مضامین ہوں۔ تحریر فرماتے رہا کریں ۔

پیارے دوست آپ خوش رہیں۔ براہ نوازش آپ اس تکلیف کو معاف فرمائینگے۔ مگر میں آپ کو اپنا دینی بھائی سمجھتا ہوں۔ میں آپکا بوجہ ان تکالیف کے جو آپنے میرے واسطے برداشت کی ہیں۔ مشکور ہوں۔

آپ کی خیر و عافیت کا مطلوب آپ کا بھائی محمد

( ۲ )

پیارے بھائی صاحب! السلام علیکم۔

میرا پختہ یقین ہے کہ میرے خط نہ لکھنے پر مجھ کو معاف فرمائینگے۔ کیونکہ کل ہی مجھ کو آپ کا پتہ ملا تھا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ کو یہ خط مل جائے گا۔ اگرچہ آپ کا پتہ پورا نہیں لکھا گیا۔

آپ کی صحت کیسی ہے۔ میں بخیریت ہوں۔ میرا یقین ہے کہ آپ ہندوستان میں صحیح و سلامت پہنچ گئے ہیں آپنے جو خط مجھ کو کیپ ٹاؤن سے ارسال فرمایا تھا اس کا میں نہایت ہی مشکور ہوں ۔

آپ ہمارے بھائی سلطان شیلاک کو جانتے ہیں۔ جو کہ فوج میں ملازم ہیں۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے لڑائی میں کچھ حصہ لیا ہے۔ اسلام اور انگلینڈ دونوں کے واسطے۔ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے ایک فوجی سپاہی کو مسلمان کیا ہے۔ لیکن مجھ کو کل یا اس سے چند روم پیشتر میدان کارزار سے انکی ایک چھٹی ملی تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں ہسپتال میں بیمار ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ جلد ہی واپس کیا جاؤں گا ۔

میں آپکے جانشین مسٹر عبداللہ صاحب سے ملا ہوں میرے خیال میں وہ بہت اچھے جنٹلمین ہیں وہ مجھ کو ہر اتوار کو نہایت عمدہ لیکچر ارسال فرماتے رہے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا آپنے جو رسالہ Faith to Certainty ...

Ephemeral لکھا ہے۔ وہ اسپرنے پاس آ گئی ہے اسکو میں ریجنٹ کیلئے ... میں انکی تصحیح اپنے چند اسپرنٹو جاننے والے دوستوں سے کروا رہا ہوں۔ لندن میں اکو شش کر رہا ہوں کہ اسلامک سوسائٹی اسکو شائع کروا دیوے۔ کیونکہ میں اسکی اشاعت کی استعداد نہیں رکھتا ہوں۔ اگر وہ شائع نہ کریں۔ تو کیا آپ احمدیہ جماعت سے اسکو شائع کروا سکتے ہیں۔ اسلام ایک بہت وسیع مذہب ہے۔ اور اسپرنٹو ہندوستان میں پھیل رہی ہے۔ اس کے ذریعہ غیر ممالک میں اسلام کی اشاعت میں بڑی مدد ملیگی۔ آج کل میں اسلام کی بابت ایک فرانسیسی کے ساتھ اسپرنٹو میں خط و کتابت کر رہا ہوں۔ ایک بہت مزیدار مضمون ہمارے زیر بحث ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ میں نے اسلام کی بابت اس سے پیشتر کبھی نہیں سنا تھا۔ یہ کسقدر تعجب خیز بات ہے۔ اچھا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں اسکو اسپرنٹو کے ذریعہ مسلمان کر لوں گا۔ لیکن اگر میرے پاس Faith to Certainty اسپرنٹو میں ہووے۔ تو وہ اسکو آسانی سے پڑھ سکیگا لیکن اگر وہ انگریزی میں ہی اس کو دیدیا جاوے۔ تو وہ ہرگز ہرگز اسکو نہیں سمجھ سکیگا۔ اگرچہ وہ انگریزی بول اور پڑھ سکتا ہے۔ میں اسلامک ریویو ختم کرنے پر اس کو بھیجوں گا۔ احمدیہ جماعت اسکی کاپیاں Faith to Certainty اپنے مطبع میں چھپوا دیوے۔ پھر بذریعہ مختلف اسپرنٹسٹ ایجنسیوں کے وہ اشاعت شدہ رسالے باہر تقسیم کر دئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً فرانس۔ امریکہ۔ ہالینڈ۔ روس۔ جاپان۔ اٹلی چین۔ ہندوستان۔ ناروے۔ سویڈن۔ ڈنمارک اور اور ملکوں میں۔ کیونکہ اسپرنٹو جاننے والے اس کو اچھی طرح پڑھ سکیں گے۔ لیکن تاحال وہ انگریزی خوان ہی پڑھ سکتے ہیں۔ اسلام کے متعلق یہ پہلی ہی کتاب ہوگی کہ جو اسپرنٹو میں کبھی شائع ہوئی ہے۔ اور ایسے لوگوں کے واسطے یہ ایک عجوبہ ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ خط آپ کو آپ کی خیریت کے وقت ملیگا۔ جیسا کہ میں ہوں اور باقی برادران ہیں۔ مجھ کو کمال افسوس ہے کہ میں آپ کو لندن سے آتے وقت نہ مل سکا۔ کیونکہ آپنے خط بہت دیر میں ارسال فرمایا ہے۔ آپ ہفتہ کے روز تشریف لے گئے اور خط ہفتہ کی شام کو ملا۔

جواب کا منتظر۔ عبدالعزیز ٹیچ۔

(ایڈیٹر) برادرم عبدالعزیز کی درخواست کے مطابق میں اپنے بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ انمیں سے کوئی صاحب توفیق ساٹھ روپے دیسکے۔ تو مذکورہ بالا رسالہ کی پانچہزار کاپیاں اسپرنٹو میں شائع ہو سکتی ہیں ۔

( ۳ )

پیارے بھائی آپ پر سلامتی ہووے۔

آپ کا نوازش نامہ جو کہ آپنے جہاز پر سے تحریر فرمایا تھا۔ بہت اچھے موقعہ پر بمعہ مسٹر ہڈی کے خط کے مجھ کو ملا۔ اس سے پہلے آپ کی خیر و عیرہ ان خطوط کے ذریعہ حاصل کرتا رہا ہوں کہ جو بھائی قاضی عبداللہ صاحب کو پہنچتے رہے تھا۔ آخری وہ تھا۔ جسمیں کہ ایک ٹکڑہ زمین برائے تعمیر مسجد لندن شہر کے اردگرد خرید کرنے کا ذکر تھا۔ میں آپ کو آپکے لمبے بحری سفر کے صحیح و سلامت ختم ہونے پر مبارکباد دیتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ اب آپ اپنے ملک میں بہت ہی خوش ہوں گے۔ تاہم میرا یقین ہے کہ آپ لندن کو نہیں بھولینگے۔ اور آپ کو اسبات کا بھی کامل یقین ہونا چاہیئے کہ آپ کو اور آپکے احسن کام کو یہاں بھی کوئی نہیں بھولیگا میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں کہ جو آپ کو اور ان فوائد کو کہ جو آپ سے مینے حاصل کئے ہیں۔ اور آپکے مکالمات سے حاصل ہوئے ہیں کبھی نہ بھولوں گا۔ اور میں کہتا ہوں کہ باوجود اب ہمارے درمیان اسقدر فاصلہ ہونے کے میں آپسے پھر ملنے کی دل میں امید رکھتا ہوں۔ جیسا کہ مینے بارہا آپ کو بتلایا ہے۔ کہ میرے دل میں ہندوستان۔ پنجاب اور قادیان اور وہاں اپنے بھائیوں کو دیکھنے کی بڑی بھاری خواہش تھی اور ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ یہ شاید ابھی پوری ہو جاوے۔ ساتھ ہی میں آپسے ملتمس ہوں۔ کہ آپ مجھ کو اور میری محبت کا سب بھائیوں کو یقین دلاتے ہوئے یاد فرماویں ۔

امید ہے کہ وہ مجھے معاف فرماوینگے۔ اگر ان کو مغربی ناموزوں اور بے ڈھنگ طریقہ میں سلام پہونچے۔ اور امید ہے۔ کہ وہ مجھ کو معاف کر دینگے۔ کیونکہ آپ ان کو بتلا دینگے۔ کہ اگرچہ طریقہ (سلام دعا) بے ڈھنگ ہو۔ مگر دل اور دلی خواہش صادق اور سچے رہا ہیں۔ آپ کو بھائی عبداللہ صاحب کے

خطوط سے معلوم ہوگا۔ کہ وہ آج کل میرے نزدیک ہی رہتے ہیں۔ پس ہم ایک دوسرے سے اکثر ملتے رہتے ہیں اور ان کے کام کے واسطے مناسب تجاویز پر بحث کرنے کے واسطے اچھا موقع ملتا ہے ۔

مینے قرآن کریم کے ترجمے کے متعلق ایک خط لکھا ہے جو کہ مینے قادیان کو روانہ کردیا ہے۔ اور قاضی صاحب نے ایک پہلا سیپارہ مجھ کو دیا ہے۔ باقی اور تجاویز کے متعلق جیسے کہ مسجد کی تعمیر وغیرہ یہ میں بھائی عبداللہ صاحب کے سپرد کرتا ہوں کہ وہ آپ کو اس کے متعلق مطلع کرتے رہا کریں۔ کیونکہ جیسا کہ مینے پہلے بیان کیا ہے۔ ہم اکثر ایسے معاملات پر بحث کرتے رہتے ہیں یا سوچتے رہتے ہیں ۔

کچھ عرصہ بھائی عبداللہ صاحب اپنے کام کے متعلق ایک ناامیدی کی حالت میں ہو گئے تھے۔ اس حالت کو آپ جو کہ تکالیف سے واقف ہوچکے ہیں۔ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن اب ان کا دل مضبوط ہو گیا ہے۔ اور ان کو ڈھارس بندھ گئی ہے کہ وہ کامیابی سے کام کرینگے۔ لنڈن کے خط سے آپ امید رکھتے ہوں گے کہ جنگ اعظم کے کچھ حالات آپ کو بتلائے جاویں۔ جنگ کے واقعات کے رجحان کو مدنظر رکھ کر میرا یقین ہے۔ کہ حالت اچھی ہے۔ اور میں بھی اُمید اور بھروسہ رکھتا ہوں کہ آخری نتیجہ اچھا رہے گا اِسقدر عظیم الشان جنگ میں بعض ایسے چھوٹے چھوٹے واقعات ہوتے ہیں۔ اور ضرور ہونے چاہئیں کہ جو بہت ضروری نہیں ہوتے۔ مگر وہ لوگ جو کم سمجھ ہوتے ہیں ان کو بہت بڑھا چڑھا کر دکھلاتے ہیں۔ یہ ایک ایسی غلطی ہے کہ جس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ لوکل حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم کسی طرح یہ محسوس نہیں کرسکتے کہ ہم بھی جنگ میں ہیں۔ جب سے آپ گئے ہیں اس وقت کے حالات اور آج کل کے حالات میں کچھ زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور اگر کوئی تبدیلی بھی ہوئی ہے تو وہ کسی بہتری کے لیے ہی ہوئی ہے۔ اس کے مقابل میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ آپکے ملک کی حالت کو جنگ نے زیادہ ابتر نہیں کیا ۔

اب میں پھر اپنے متعلق کچھ تحریر کرتا ہوں۔ جب میں آپ کو خط لکھ رہا تھا تو میرے لڑکے پرسی اور میری لڑکی روزمیری نے خواہش کی کہ میں انکی طرف سے آپ کو اور آپکے کنبہ کو سلام دُعا لکھوں۔ ویسی ہی دلی خواہش سے مسز کوریو بھی دعا سلام لکھواتی ہے۔

میں ووکنگ میں ایک مدت سے نہیں گیا۔ دراصل میں صرف ایک ہی دفعہ وہاں گیا ہوں۔ مگر پروفیسر ایم۔ ایچ لیٹن کے پاس باقاعدہ جایا کرتا ہوں کیونکہ ابھی تک ہم جمعہ کی نماز کے واسطے اس کے مکان پر جاتے ہیں۔ اس سے چند یوم پیشتر ہمارے درمیان آپ کی گفتگو بڑی دیر تک ہوتی رہی۔ اور اس نے اپنی خواہش ظاہر کی۔ کہ جب کبھی تم خط لکھو۔ میری طرف سے اچھی طرح سلام دُعا تحریر کریں۔ قبل اس کے کہ میں اس کو ختم کروں۔ میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ لنڈن ہیں مجھ کو ہر کارلایقہ سے یاد فرماتے رہا کریں۔ کیونکہ آپ کا کام کرنے سے مجھ کو بہت بڑی خوشی ہوگی۔ اور یہی آپکے دوستوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں ۔

پھر میں اپنے برادرانہ تعلقات کو مدنظر رکھ کر کہتا ہوں کہ براہ نوازش میری بے ریا اور صادق دُعائیں اور سلام حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب اور تمام دوستوں کو پہونچا دیں ۔

آپ کا بھائی۔ سلیویو بشیر کوریو

---



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# خطبہ جمعہ

## دُعا پر بہت زور دو

از حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ

فرمودہ ۱۶ جون سنہ ۱۹۱۶ء

سُورہ فاتحہ پڑھ کر فرمایا ؎۔

دُنیا میں دو قسم کی چیزیں ہمیں نظر آتی ہیں۔ ایک تو وہ جو کچھ عرصہ کے بعد پرانی ہو جاتی ہیں۔ اور انسان کی ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر رہتی ہیں۔ اس لئے آہستہ آہستہ ان کو چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ دوسری وہ چیزیں ہیں جو ہمیشہ نئی کی نئی رہتی ہیں۔ اور ہر زمانہ میں انسان کے استعمال میں آتی رہتی ہیں۔ ان کے چھوڑ دینے میں انسان کا اپنا نقصان ہوتا ہے۔ اور جو انہیں چھوڑتا ہے۔ گویا اپنی کامیابی کو چھوڑتا ہے۔ کیونکہ وہ کبھی پرانی نہیں ہوتیں۔ جیسے کہ وہ انسان کی پیدائش کے وقت تھیں۔ اور جسطرح کہ حضرت آدم کے وقت ہی ان کی ضرورت تھی۔ ویسے ہی موجود اور آئندہ زمانہ میں بھی ان کی ضرورت چلی جاتی ہے ۔

مختلف عقائد اور مختلف خیالات بھی پرانے اور نئے ہوتے ہیں۔ کئی خیالات تھے۔ جو کسی زمانہ میں بالکل نئے تھے۔ اور لوگ ان کو نہایت ضروری سمجھتے اور کہتے تھے کہ ترقی انہیں کے ذریعہ ہوسکتی ہے۔ مگر آج انہیں کو پرانے خیالات کہا جاتا اور لغو قرار دیا جاتا ہے۔ تو جسطرح ظاہری اشیاء نئی اور پرانی ہوتی ہیں۔ اسی طرح خیالات اور عقائد بھی نئے اور پرانے ہوتے رہتے ہیں۔ پھر ان میں بھی یہ حال ہے۔ کہ بعض عقائد اور خیالات ایسے ہیں کہ ہمیشہ ایک سے ہی رہتے ہیں۔ اور کبھی پرانے نہیں ہوتے۔ وہ دائمی صداقتیں ہوتی ہیں۔ جن کو انسان کبھی صداقت سے باہر قرار نہیں دے سکتا۔ اس قسم کی ہمیشہ نئی رہنے والی

چیستہ علم میں سے ایک بڑی چیز دعا ہے۔ یہ بھی کبھی پرانی نہیں ہوتی۔ کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا کہ انسانوں نے کہا ہو کہ اب یہ ہمارے لئے مفید نہیں رہی۔ کیونکہ پرانی ہو گئی ہے۔ یا اس لئے کہ نئے علوم نئی ایجادیں اور نئے اصول نکل آئے ہیں۔ اب اسکی ضرورت نہیں رہی۔ یہ نہ کبھی پہلے کسی زمانہ میں ہوا ہے۔ نہ اب ہے۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔ کہ لوگ دعا سے مستغنی ہو جاویں۔ بلکہ جتنا انسان ترقی کرتا جائیگا۔ اتنا ہی دعا کا زیادہ محتاج ہوگا۔ بہت لوگوں نے اسبات کو سمجھا نہیں کہ علوم وفنون کی ترقی انسانی اعمال کی ترقی اور زیادہ دعا کا محتاج کر دیتی ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے۔ کہ ایک شخص کے پاس اتنا بوجھ ہو جسے وہ مشکل سے اٹھا سکتا ہو۔ تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اور کو اٹھوانے کے لئے آواز نہ دے۔ مگر ایک ایسا شخص جس کے پاس ایسا بوجھ ہو کہ وہ اکیلا اٹھا ہی نہ سکے تو ضرور ہے کہ اور کو بلائے۔ کیونکہ جسقدر بوجھ زیادہ ہوتا ہے۔ اسی قدر مدد کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح جسقدر علوم وفنون بڑھے۔ انسان کے اعمال بڑھ گئے۔ اور جب اعمال بڑھ گئے۔ تو ان کے لئے مدد کی بھی زیادہ ضرورت ہوئی۔ کیونکہ علوم کے بڑھنے کے ساتھ محنت اور مشقت بھی بڑھ گئی۔ دیکھو پہلے جسوقت انسان صرف شکار پر گذارہ کرتے۔ اور لباس نہیں پہنتے تھے۔ اس وقت انہیں صرف یہی کرنا پڑتا تھا کہ شکار کرتے۔ اور پتھروں سے آگ نکالکر بھونتے اور کھا لیتے بس دن رات میں انہیں یہی محنت کرنی پڑتی تھی۔ لیکن جب علوم نے ترقی کی۔ تو مشکلات اور محنت دونوں بڑھ گئیں۔ تو علوم کی ترقی ذمہ داریوں اور بوجھوں کی ترقی ہوتی ہے۔ وہ قومیں جو اس وقت ترقی یافتہ ہیں ان کو دیکھو تو پتہ لگے کہ کسقدر کام میں مشغول رہتی ہیں۔ دن رات کام میں ہی لگی رہتی ہیں۔ لیکن جن قوموں نے ان کے مقابلہ میں ترقی نہیں کی۔ وہ بہ نسبت ان کے کم محنت ومشقت کرتی ہیں۔ کیونکہ وہ اگر بہت زیادہ محنت کریں تو ان کی زندگی مشکل ہو جائے۔ ان کا تمدن کا مقابلہ بہت زور سے ہو رہا ہے۔ اور یہی باتیں ہیں جو ان کو دن رات محنت کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ بس علوم کی ترقی انسانی ذمہ داریوں اور بوجھوں کو کم نہیں کرتی۔ بلکہ اور زیادہ بڑھا دیتی ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں علوم نے بہت زیادہ ترقی کی ہے۔ اس لئے جسقدر دعا کی ضرورت پہلے زمانہ میں تھی آج اس سے بہت بڑھ کر ہے۔ لیکن تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ انسان جس وقت سب سے زیادہ دعا کا محتاج ہے۔ اسوقت سب سے زیادہ غفلت اور لاپرواہی سے کام لے رہا ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے۔ کہ جب کسی کو معمولی سی حرارت ہو تو دوا پئے۔ لیکن جب تیز تپ ہو جائے تو کہے کہ اب دوا کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ وہی وقت دوا پینے کا ہے۔ تو گو انسان دعا کا ہمیشہ سے محتاج چلا آرہا ہے۔ مگر اس زمانہ میں بہت ہی زیادہ ہے۔ لیکن اسی زمانہ میں بہت سے لوگ ایسے کھڑے ہو گئے ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ دعا ایک لغو اور پرانا خیال ہے۔ صرف زبان کی حرکت سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ حالانکہ یہی لوگ دیکھتے ہیں کہ زبان ہی کی حرکت انسان کو کنوئیں میں گرا دیتی ہے۔ اور زبان ہی کی حرکت اعلےٰ مدارج پر پہنچا دیتی ہے۔ پھر دیکھو کہ کیا اگر زبان ہی ہلاتے ہیں۔ کیا انہیں زبان کی اس حرکت سے مادی نفع نہیں مل جاتا۔ ایک بڑے دنیا دار شخص نے کہا تھا۔ کہ لفظوں سے مادی فائدہ نہیں مل سکتا۔ اس لئے دعا کرنا ایک لغو امر ہے۔ مگر اس کو یہ خیال نہ آیا۔ کہ ایک محتاج اگر سوال کرتا ہے۔ اس سوال کرنے پر پیسہ دو پیسے آنہ دو آنے اس کے ہاتھ میں چلے جاتے ہیں۔ کیا اس کو یہ مادی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ ضرور ہوا ہے۔ پس جب ایک انسان پر گداگر کے الفاظ کا اثر ہوتا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ وہ خود محتاج ہوتا ہے۔ اسکی دستگیری کرتا ہے تو خدا جو کسی کا محتاج نہیں۔ اس کے حضور اگر کوئی عرض کرے۔ تو کیا وجہ ہے کہ وہ دستگیری نہیں کریگا۔ یہ بہت نادانی اور کم عقلی کی بات ہے۔ اور جو لوگ ایسا کہتے ہیں۔ انہوں نے دعا کو ایک ٹیڑھا سا مسئلہ سمجھ رکھا ہے۔ اگر یہ لوگ تدبر سے کام لیتے۔ تو انہیں دعا کی صداقت کے قبول کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آتی۔ کیونکہ بعض عقائد تو ایسے ہوتے ہیں۔ جن کا نتیجہ عمل کو چاہتا ہے۔ مگر دعا ایک ایسی چیز ہے۔ کہ انسان فوراً اس کا اثر دیکھ سکتا ہے۔ اور ہمیشہ ہر زمانہ میں اس کا تجربہ کر سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالفین کو چیلنج دیا تھا۔ کہ اگر کسی میں جرات ہے۔ تو آئے۔ میرے مقابلہ میں دعا کرے۔ اور پھر دیکھ لے کہ کس کی قبول ہوتی ہے۔ یہ ایک نتیجہ تھا۔ اور مشاہدہ تھا۔ جو ہر ایک کھلے طور پر دیکھ سکتا تھا۔ مگر کسی کو اسکی جرأت نہ ہو سکی۔ تو اس مسئلہ میں کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ انسان جب بھی خدا کے حضور جھکے۔ خدا اسکی دعا کو قبول کر لیتا ہے اور اسطرح وہ دعا کی صداقت کو دیکھ سکتا ہے۔ اور خود تجربہ کر سکتا ہے۔

دعا ایک ایسی طاقتور چیز ہے۔ کہ دنیا میں اور کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور بھی بہت بڑی بڑی طاقتیں ہیں مثلاً پانی کی طاقت بجلی وغیرہ کی طاقت ہے۔ مگر دعا کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ایک بزرگ کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ جس جگہ رہتے۔ ان کے پڑوس میں ایک بڑا امیر رہتا تھا جو ہر وقت گانے بجانے میں مشغول رہتا۔ جس سے انہیں سخت تکلیف ہوتی۔ ایک دن وہ اس کے پاس گئے۔ اور جا کر کہا کہ دیکھو بھئی میں تمہارا ہمسایہ ہوں۔ اس لئے میرا بھی تم پر حق ہے۔ اول تو تمہیں اس لغو کام سے خود ہی رک جانا چاہیئے تھا۔ لیکن اگر ایسا نہیں کیا تو اب میری خاطر ہی اسے ترک کر دو۔ کیونکہ مجھے اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ وہ چونکہ بڑا رئیس اور صاحب رسوخ تھا اس نے کہا تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے۔ ہم کبھی نہیں رکینگے انہوں نے کہا۔ اگر آپ اسطرح نہیں رکینگے۔ تو ہم بھی مجبور ہیں۔ ہم اور طرح سے روکینگے۔ اس نے کہا۔ کیا تم روکوگے کیا تم میں اتنی طاقت ہے۔ میں ابھی سرکاری گارد منگواتا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ ہم گارد کا بھی مقابلہ کرینگے۔ اس نے کہا۔ تم ان کا کیا مقابلہ کر سکتے ہو۔ انہوں نے کہا تو ان ہمارا مقابلہ توپوں اور بندوقوں سے نہیں ہوگا۔ بلکہ سہام اللیل سے ہوگا۔ لکھا ہے۔ یہ الفاظ انہوں نے کچھ ایسے درد ناک لہجہ میں فرمائے۔ کہ اسکی چیخیں نکل گئیں۔ اور بول اٹھا اس کا مقابلہ نہ میں کر سکتا ہوں نہ میرا بادشاہ کر سکتا ہے۔ آئندہ کے لئے میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ آپ کو گانے بجانے کی آواز نہیں سنائی دیگی۔ تو دعا میں وہ طاقت ہے۔ کہ کوئی توپ تفنگ اس

ے اسی وقت کہا تھا۔ تیری فوجوں اور بندوقوں سے کیوں ڈرنے لگا * اپنے ترکش میں کئی تیر دعا رکھتا ہوں میں (ایڈیٹر)

ہر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ تیر زمین سے نہیں بلکہ آسمان سے آتے ہیں۔ پھر انسانوں کے ہاتھوں سے نہیں۔ بلکہ خدا انسانوں سے لیکر خود پھینکتا ہے۔ اور خدا کے پھینکے ہوئے کو کوئی روک نہیں سکتا۔ کہتے ہیں۔ زمین میں کشش ہے۔ اس لئے جسقدر بلندی سے کوئی چیز گرے۔ اسی قدر زور سے گرتی ہے۔ خدا تعالےٰ یوں بھی سب بلندیوں سے بلند تر ہے۔ اس لئے اس کے ہاں سے آیا ہوا تیر کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ پہاڑوں کی روکوں اور قلعوں کی دیواروں کو چیرتا اور سب پردوں کو چاک کرتا ہوا منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ پس دُعا ہی ایک ایسا ذریعہ ہے۔ جو سب سے بڑا اور یقینی ہے اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ دیگر ذرائع سے کام نہ لیا جائے۔ کیونکہ جو لوگ دیگر ذرائع سے کام نہیں لیتے ان کی دعا بھی قبول نہیں ہو سکتی۔ دعا بھی اس وقت قبول ہوتی ہے۔ جبکہ ذرائع سے کام لیا جائے جس طرح دنیا میں سائل کے لئے یہ ضروری شرط ہے۔ کہ وہ خود کوئی محنت اور مشقت نہ کر سکتا ہو۔ یا جس قدر اس کی طاقت ہے۔ اتنا کوشش کرے۔ لیکن کامیابی نہ ہو اس کے لئے سوال کرنا جائز ہو سکتا ہے۔ ورنہ نہیں حضرت عمرؓ جب کبھی ایسے سائل کو دیکھتے۔ جو طاقتور اور محنت کرنے کے قابل ہوتا۔ تو جو کچھ اس نے سوال کر کے حاصل کیا ہوتا۔ وہ بھی چھین لیتے۔ اور کہتے جاؤ جا کر محنت کرو۔ اور کماؤ۔ کیونکہ سائل وہی ہو سکتا ہے کہ جسقدر اسکی ہمت ہو۔ اتنی کرے۔ اس کے بعد اگر اسے مدد کی ضرورت ہو۔ تو سوال کرے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ سے مدد حاصل کرنے کے لئے پکارنے سے پہلے انسان کے لئے ضروری ہے۔ کہ جتنی اسکی اپنی طاقت اور ہمت ہو۔ اسکو کام میں لائے۔ اور پھر دعا کرے کہ اے مولا میں نے اپنی طرف سے سب طاقت اور ہمت خرچ کر دی ہے لیکن میں کمزور اور عاجز ہوں۔ آپ میری مدد کیجئے۔ جب اس طرح کوئی دعا کریگا۔ تو اس کے قبول ہونے میں کوئی روک نہیں ہو سکیگی۔ لیکن اگر کوئی خود ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھا رہے۔ اور کہے کہ جو میں دعا کروں وہ قبول ہو جائے۔ یہ ناممکن ہے۔ ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے پاس بادشاہ آیا۔ جسکو انہوں نے چند ایک نصیحتیں کیں۔ مثلاً یہ کہ شراب نہ پینا۔ ظلم نہ کرنا۔ وہ کہتا گیا۔ بہت اچھا۔ جب انہوں نے کہا۔ کہ شکار کم کھیلا کرنا تو کہنے لگا۔ دعا کرو۔ خدا مجھے ایسا کرنے کی توفیق دے انہوں نے کہا۔ شکار چھوڑنے کی تمہاری نیت نہیں ہے۔ مگر اور باتوں کے متعلق تم نے دعا کے لئے کیوں نہ کہا۔ اور اس کے لئے کہدیا۔ معلوم ہوتا ہے اس طرح تم ٹالنا چاہتے ہو۔ یہی حال آج کل لوگوں کا ہے جس بات کو محنت سے نہ کرنا چاہتے ہوں یا سستی کی وجہ سے نہ کرتے ہوں۔ اس کے متعلق چاہتے ہیں کہ دعا ہو جائے۔ حالانکہ دعا اس شخص کے لئے ہتھیار ہے۔ جو اپنی طاقت بھر محنت اور کوشش کرے۔ اور پھر کامیاب نہ ہو سکے۔ یعنی جس قدر اس سے ہو سکتا ہے وہ محنت کرتا ہے۔ لیکن کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یا کسی مجبوری کی وجہ سے محنت کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے لئے دُعا ہے۔ جو کمی یا نقص اسکی محنت میں رہ جاتا ہے وہ دُعا کے ذریعہ دور ہو جاتا ہے۔

ہمارے اس زمانہ میں جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ سب سے زیادہ مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ اس لئے سب زمانوں سے زیادہ دعا کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مقابلہ کے لئے ہر رنگ کے سامان پیدا ہو چکے ہیں۔ یعنی شرارت کے۔ علوم کے۔ سائنس کے تاریخ وغیرہ کے اعتراض بڑھ رہے ہیں۔ اور پوشیدہ تعلیمیں نکل رہی ہیں لیکن ان کا مقابلہ کرنے کی ہر ایک انسان میں طاقت نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک کوئی تمام علوم سے واقف نہ ہو۔ اس وقت تک جواب نہیں دے سکتا۔ اور تمام علوم سے واقف ہونا کوئی آسان بات نہیں۔ پھر اس زمانہ کی ترقیوں نے لوگوں کو خدا تعالیٰ سے بالکل غافل کر دیا ہے۔ اس لئے ان کو سمجھانا بہت مشکل کام ہو گیا ہے اب ان سامانوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنا جو ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس آخری زمانہ میں خدا تعالےٰ نے جو مصلح بھیجا ہے۔ اس کا ہتھیار ہی خالص دعا ہے پہلے انبیاء کے وقت اور ہتھیار بھی استعمال کئے جاتے تھے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر جب تلوار اٹھائی گئی۔ اور آپ کو سخت تنگ کیا گیا۔ تو اس کا جواب انہیں تلوار سے ہی دیا گیا۔ لیکن اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ کو تمام ہتھیاروں کی بجائے صرف دعا کا ہی ہتھیار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں جہاد کو قطعی حرام قرار دیدیا ہے۔ ورنہ جہاد تو کہتے ہی اس مقابلہ کو ہیں جو دشمن کے سخت تنگ کرنے اور تکالیف دینے پر بطور اپنے بچاؤ کے کیا جاوے۔ لیکن یہ وہ زمانہ ہے کہ اس میں اتنی بھی اجازت نہیں ہے۔ تاکہ دُعا اور صرف دعا ہی سے اس جماعت کی ترقی ہو۔ کیونکہ اس زمانہ میں مقابلہ کے سامان کثرت سے پیدا ہو چکے ہیں۔ اور روز بروز ہو رہے ہیں۔ لیکن دُعا ہی ایک ایسی چیز ہے جسے بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور اس کے فائدہ رساں ہونے سے انکار کیا گیا ہے۔ اس لئے خدا نے چاہا کہ دُعا کے ذریعہ اس جماعت کو پھیلائے تاکہ ایک تو جو لوگ اس کے اثر سے منکر ہیں۔ وہ قائل ہو جائیں دوسرے اس جماعت کے لئے آسانی ہو۔

اِس زمانہ میں یورپ کے لوگ جس آرام طلبی اور آسائش میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہم انہیں کہاں سمجھا سکتے ہیں سوائے اس کے کہ ہمارے مبلغ دعائیں کریں۔ اور خدا کا فضل اُن کے دلوں کو پاک کر کے حق کی طرف پھیر دے۔ اس وقت ہمارے پاس دُعا ہی ایک ایسا ہتھیار ہے۔ جسکے ذریعہ ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ زرتشت نبی کے خلیفہ جاماسپ کی ایک کتاب ہے۔ جس کا نام جاماسپی ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ ایک نبی آخری زمانہ میں آئیگا جس وقت شیطان بڑا زور آور حملہ کرے گا۔ وہ نبی اس شیطان سے جنگ کرے گا۔ اور کامیاب ہو جائیگا مگر کس چیز سے۔ تلوار اور بندوق سے نہیں۔ بلکہ دُعاؤں سے۔ اس کے علاوہ یوں بھی حدیثوں میں آیا ہے۔ کہ مسیح کے دم سے کافر مرینگے۔ ان باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ درحقیقت سامان اس وقت کچھ نہیں کر سکتے۔

پس جب خدا تعالیٰ نے ہماری تمام فتوحات کو

دعاؤں سے وابستہ کر دیا ہے۔ تو اس بات کی بہت ہی ضرورت ہے۔ کہ ہم خصوصیت کے ساتھ دعاؤں کی طرف متوجہ ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری جماعت کے لوگ دوسروں کی نسبت بہت زیادہ دعاؤں پر زور دیتے ہیں حتیٰ کہ لوگ ہنستے ہیں۔ تاہم ابھی ضرورت ہے کہ خوب زور سے دعائیں کی جائیں۔ لیکن اس سے پہلے یہ یقین کر لینا چاہئیے کہ دعا ایک ایسی چیز ہے۔ جس کے سامنے کوئی روک حائل نہیں ہو سکتی۔ اور اس کے ذریعہ خطرناک سے خطرناک دشمن اس طرح کچلے جاتے ہیں کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔ پس دعاؤں پر بہت زور دو۔ اور جتنا پہلے دیتے ہو۔ اس سے بھی زیادہ دو۔ کیونکہ دشمن جس قدر قوی ہوتا ہے۔ اسی قدر زیادہ اس کے مقابلہ میں تیاری کی جاتی ہے۔ ہمارا دشمن بہت بڑا ہے۔ اور جس قدر روکیں ہمارے راستہ میں ہیں۔ اتنی پہلے نہ تھیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لیظہرہ علے الدین کلہ کہ وہ ایسا زمانہ ہوگا۔ جبکہ اسلام کو تمام دینوں پر غالب کیا جائیگا۔ گویا اس وقت باقی تمام دین بھی ظاہر ہو جائینگے جن کے ساتھ اسلام کو مقابلہ کرنا ہوگا۔ اب دیکھ لو اس کے لئے کس قدر محنت اور کوشش کی ضرورت ہے۔ اور وہ محنت یہی ہے کہ ہم دعاؤں میں خوب زور سے لگے رہیں ہماری جماعت نے دعاؤں کا بہت تجربہ کیا ہے حضرت مسیح موعود کے وقت تو دعاؤں کے ذریعہ ایسی ایسی کامیابیاں ہوتی تھیں کہ دیکھنے والے حیران اور ششدر رہ جاتے تھے۔ پس دعا ہمارے لئے کوئی نیا لفافہ نہیں کہ جس کے اندر کیا ہوگا۔ بلکہ کھلی اور واضح تحریر ہے جس کو ہم نے بار بار پڑھا ہے۔ اس کے اثرات کو دیکھا۔ اور اس کے نتائج کا مشاہدہ کیا ہے۔ اس لئے ہمارے لئے اس کی طرف متوجہ ہونا کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ جس چیز سے ایک دفعہ انسان فائدہ حاصل کر لیتا ہے۔ دوسری دفعہ زیادہ رغبت سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ ہم میں سے خدا کے فضل سے ہر ایک نے دعاؤں کا نتیجہ محسوس کیا ہوا ہے۔ پھر کونسی چیز ہے جو ہمارے راستہ میں روک ہو سکے۔ سوائے اس کے کہ ہمارے نفس کی سستی اور کاہلی روک ہو۔ لیکن جس کام کے لئے ہم کھڑے ہیں۔ اس میں سستی کا ایک منٹ بھی سخت مضر اور خطرناک ہے۔ کیا کوئی سمندر میں یا خطرناک جنگل میں سست ہو کر لیٹ سکتا ہے ہرگز نہیں۔ اسی طرح ہم بھی ایک ایسے جنگل اور بیابان میں ہیں۔ جس کے چاروں طرف درندے ہی درندے نظر آتے ہیں۔ پس ہماری جماعت کو چاہیئے۔ کہ نمازوں کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی دعاؤں پر بہت زور دیں۔ اور یہ سمجھ لیں۔ کہ جب بار بار ایک جگہ دعا پڑتی رہتی ہے۔ تو پھر اس کے قبول ہونے میں کوئی روک نہیں ہو سکتی۔ مجھے اپنی ساری عمر میں آج تک کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا۔ کہ میں نے کوئی دعا کی ہو۔ اور پھر وہ قبول نہ ہوئی ہو۔ اور جہاں منشاء الٰہی نہ ہو۔ وہاں دعا کرنے کی توفیق ہی نہیں ملتی۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ حضرت صاحب کی آخری بیماری میں مجھ سے دعا کرنے کی توفیق چھینی گئی۔ مجھے اس سے گھبراہٹ بھی پیدا ہوئی کہ کیا مجھے آپ سے محبت نہیں ہے۔ کہ آپ کی صحت کے لئے دعا کرنے کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ پھر میں نے اس بات کے لئے دعا کی۔ کہ مجھے آپ کی صحت کے لئے دعا کرنے کی توفیق ملے لیکن بالکل نہ ملی۔ مجھے دعا کرتے وقت کچھ روک سی معلوم ہوئی جب میں نے حد سے زیادہ دعا کرنے کی کوشش کر کے دیکھ لیا کہ طبیعت اس طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ تو سمجھا کہ اس میں خدا کی مصلحت ہے۔ تو جب کوئی انسان سنجیدگی اور اخلاص سے دعا کرے۔ تو اگر خدا کا منشاء قبول کرنے کا نہ ہو۔ تو اسے توفیق ہی نہیں دیتا۔ اور اگر توفیق دے تو ضرور قبول کر لیتا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جب دعا میں اخلاص اور توکل پیدا ہو جائے۔ تو وہ کبھی نہیں ٹلتی یہی بات خدا تعالیٰ نے اس آیت میں فرمائی ہے کہ

ام من یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء

اس میں شرط اضطرار ہے۔ چاروں طرف سے شکار کو گھیر کر جائے مخصوص تک لے جانے کو اضطرار کہتے ہیں تو مضطر کے یہ معنی بھی ہوئے۔ کہ ایسا شخص جس کے سب سامان کٹ جائیں۔ بعض لوگوں نے اضطرار کو سمجھا ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ رونے گڑگڑا کر دعا مانگنے کا نام اضطراری دعا ہے۔ حالانکہ یہ ٹھیک نہیں ہے مضطر اس انسان کو کہتے ہیں۔ جس کے تمام آسرے اور امیدیں کٹ کر صرف خدا ہی کا سہارا رہ جائے ایسے انسان کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ خواہ کوئی کتنا روئے اور گڑگڑائے۔ اس کی دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ پس اگر تم لوگ ایسے رنگ میں دعائیں کرو گے۔ تو وہ رد نہیں ہونگی۔ رو رو کر تو بتوں پر چڑھاوے چڑھانے والے بھی ان سے دعائیں مانگتے ہیں۔ اس لئے رونا دعا کے قبول ہونے کے لئے شرط نہیں۔ بلکہ پورا پورا توکل اور آسرا سوائے خدا کے اور کسی کا نہیں ہونا چاہیئے۔ ہر طرف خدا ہی خدا نظر آئے۔ ایسے وقت جو انسان دعا کرے۔ اس کی کبھی رد نہیں ہوتی۔ اور اگر رد ہونی ہو۔ تو اسے دعا کرنے کی توفیق ہی نہیں ملتی۔ اور جو خدا کے برگزیدہ انسان ہوتے ہیں۔ ان کو قبول نہ ہونے والی دعا کے متعلق پہلے ہی بذریعہ الہام یا کشف کے بتا دیا جاتا ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا گیا۔ کہ اجیب کل دعائک الا فی شرکائک۔ ان کے علاوہ اور لوگوں کے دلوں میں کچھ ایسی کیفیت پیدا کر دی جاتی ہے کہ دعا کرنے کی طرف پوری توجہ نہیں ہو سکتی۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ منشاء الٰہی کچھ اور ہے ٭

غرض یہ بڑا کارآمد اور مفید ہتھیار ہے۔ دیگر سامانوں کے لحاظ سے تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں نہ حکومت ہے نہ مال ہے نہ دولت ہے۔ نہ فوج ہے نہ کوئی ایسا سامان ہے۔ ہمارے کام جیسے ہونے چاہئیں۔ اس کے مقابلہ میں بہت چھوٹے چھوٹے پیمانہ پر چل رہے ہیں۔ پھر بھی قریباً تمام فنڈ مقروض ہی رہتے ہیں۔ تو دنیاوی سامانوں کے ساتھ ہم اپنے دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہمارا مقابلہ اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ خدا کا فضل اور رحمت آکر ہمارے لئے رستہ صاف کر دے۔ اور یہ تب ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہم مضطر ہو کر دعائیں مانگیں۔ اور خدا کے سوا کوئی سہارا اور امیدگاہ خیال نہ کریں۔ ہمارے لئے صرف ایک خدا ہی ہو۔ اور وہی ہر طرف دکھائی دے۔ جس طرح کسی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے۔

جب ایسا ہو جائے۔ تو خدا ضرور ہماری دعائیں قبول کریگا۔ پس دعاؤں میں لگ جاؤ۔ اور اس بات کا یقین رکھو۔ کہ

ضرور قبول ہو جائینگی اور اس بات کے لئے بھی دعا مانگو۔ کہ خدا تمہیں یہ دعائیں کرنے کی توفیق دے۔ جس وقت خدا تعالےٰ کا منشا۔ اور ارادہ انسان کے شامل حال ہوتا ہے۔ تو دعا کرنے کے عجیب عجیب طریق اسے سوجھ جاتے ہیں۔ بعض دفعہ تو الفاظ اور فقرات سکھائے جاتے ہیں۔

وہی فتنہ جو ہماری جماعت میں ایک گمنام ٹریکٹ کے ذریعہ برپا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ابھی وہ ٹریکٹ شائع نہیں ہوا تھا۔ کہ مجھے شملہ میں رویا میں دکھایا گیا۔ کہ ہم کچھ آدمی ہیں۔ جنہیں پہاڑ پر جانا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ راستہ میں جنات ہیں۔ جو نظر تو نہیں آتے۔ لیکن ہمارے راستہ میں روکاوٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں اپنے ساتھیوں کو کہتا ہوں۔ کہ وہ تم کو راستہ سے ہٹائیں گے۔ لیکن تم ہرگز نہ ہٹنا۔ اور یہ کہتے آگے بڑھتے جانا۔ کہ "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" چنانچہ جس وقت ہم چلے ہیں۔ تو انھوں نے روک ڈالنی شروع کر دی ہے۔ مگر نظر نہیں آتے۔ جب ہم نے کہا۔ کہ "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" تو وہ بھاگ گئے۔ اور ہمارے راستہ سے روک ہٹ گئی۔ اس رویا کے بعد جب میں شملہ سے آیا۔ تو اس ٹریکٹ کے ذریعہ حملہ ہوا۔ اور حملہ کرنے والے پوشیدہ رہے۔ اس کے جواب میں جو ٹریکٹ لکھا گیا۔ اس کے ٹائیٹل پر یہی الفاظ لکھوائے گئے۔ کہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔

تو خدا تعالےٰ خود دعائیں سکھا دیتا ہے مگر اسی وقت جبکہ انسان مضطر ہو کر اسکے آستانہ پر گر جائے۔ اللہ تعالےٰ ہماری جماعت کو اس بات کی توفیق دے تا یہ ایک ایسا ہی ہتھیار جو ہمارے لئے مخصوص کیا گیا ہے اسے استعمال کر سکیں۔ اور ہمارے راستہ میں جو مشکلات ہیں۔ وہ دور ہوں۔ اور ہمارے سپرد جو خدمت کی گئی ہے اس کو پورا کر سکیں ۔

---

احباب توسیع اشاعت میں کوشاں رہیں۔ (مینیجر)

# دعوت الی الخیر

## ماریشس میں تبلیغ احمدیت

---

جناب صوفی غلام محمد صاحب بی۔ اے مبلغ اسلام تحریر فرماتے ہیں۔ برادرم عبداللہ الہ دین سکندر آباد نے ایک اشتہار امام کا ماننا ضروری ہے بھیجا۔ وہ لوگوں میں بانٹا گیا ہے۔ بہت ہی مفید ثابت ہوا ہے۔ البلاغ المبین نے لوگوں میں ایک ہلچل مچا دی ہے۔ اور وہ جب قرآن میں آیات دیکھتے ہیں۔ تو ان کی تسلی ہو جاتی ہے۔ مسئلہ وفات قریباً تسلیم شدہ بات ہو گئی ہے۔ آخرین منھم لما یلحقوا بھم اور خصوصاً اسمہ احمد نے بہت ہی لوگوں میں جوش پیدا کیا ہے اور عموماً لوگ مجھ سے اس پر آکر پوچھتے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے ساکت اور لاجواب ہو جاتے ہیں اور سوائے ماننے کے ان کو کوئی چارہ نہیں ہوتا ۔

۸ امئی کو نئے گورنر صاحب بہادر ماریشس تشریف لائے۔ اور احمدیوں کی طرف سے خیر مقدم کا ایڈریس دیا گیا۔ جو کہ خاکسار نے گورنر صاحب کے سامنے پڑھا گورنر صاحب نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ ان کے ایڈیکانگ کا ایک خط سکرٹری انجمن احمدیہ ماریشس کے پاس آیا۔ میں ایڈریس اور اس کے جواب کا ترجمہ ذیل میں لکھ دیتا ہوں ۔

**ترجمہ ایڈریس۔** خیر مقدم از جانب انجمن احمدیہ ماریشس روز ہل ۔ بحضور ہز ایکسیلنسی سر ہنری ہسکتھ بل صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایم۔ جی۔ گورنر اور کمانڈر انچیف ماریشس اور اس کے مضافات وغیرہ وغیرہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی عبادہ الذین اصطفی اللہ کرے کہ حضور کو یہ پسند آوے۔ ہم انجمن احمدیہ کے ممبر مودبانہ اور مطیعانہ طور سے حضور کو دل سے خیر مقدم عرض کرتے ہیں۔ اور خدا سے دست بدعا ہیں۔ کہ وہ حضور کو ہمارے اس جزیرہ میں خوش و خرم رکھے۔ یہ ہمارا مذہبی فرض منصبی ہے کہ ہم اپنے موجودہ بادشاہ اور اسکے نائبوں کے مطیع اور فرمانبردار رہیں مسیح موعود احمد قادیانی نے ہمکو ضروری ارشاد اور حکم دیا ہے۔ کہ ہم ہمیشہ سلطنت برطانیہ عظمیٰ کے شکر گذار ہیں۔ اور برطانوی تاج کے خلاف کبھی تلوار نہ اٹھائیں۔ اگر گورنمنٹ برطانیہ ہماری حفاظت نہ کرتی تو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا بطلع کبھی سرسبز نہ ہونے پاتا۔

ہم احمدی ہز مجسٹی جارج پنجم ملک معظم و قیصر ہند کو دنیاوی خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور ہمارا دینی خلیفہ محمود احمد قادیانی ہے۔ جو کہ مسیح موعود و مرسل آخر زمان کا خلیفہ ثانی ہے علیہما السلام۔ اسلئے ہمارا عین فرض ہے۔ کہ ہم عسر و یسر میں گورنمنٹ عالیہ برطانیہ کا ساتھ دیں۔ اور ان کے ممد و معاون بنے رہیں۔ ہم اللہ تعالےٰ سے دعا مانگتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے قیصر ہند کو جلدی اور فیصلہ کن فتح دشمنوں پر عطا کرے اور اپنی برکات ملک معظم پر اور حضور پر نازل فرمادے۔

ہم ایکبار پھر حضور کو اپنا قلبی خیر مقدم عرض کرتے ہیں اللہ تعالےٰ آپکو کامیابی صحت اور شاندار عہد عطا فرماوے ہم ہیں حضور عالی کے بڑے مطیع خادم ۔ دستخط غلام محمد (پریزیڈنٹ) دستخط نور محمد نور دیال (سکرٹری) دستخط حاجی ابراہیم سلیمان اچھا متولی مسجد روز ہل۔ دستخط عبدالستار جیب و عبدالرحیم (محاسب)

**جواب۔** گورنمنٹ ہاؤس ماریشس۔ ۱۹ مئی ۱۹۱۶ء سکرٹری۔ پیارے جناب! مجھے حضور گورنر صاحب بہادر نے ہدایت فرمائی ہے۔ کہ میں آپکو اطلاع دوں۔ کہ ہز ایکسیلنسی ہم بھی کو بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں۔ جو تم نے اپنے لائل ایڈریس کے انضمام میں حضور کو بھیجا ہے۔ جو ایڈریس کہ احمدیہ سوسائٹی کی طرف سے پیش کیا گیا تھا۔

آپ کا اخلاص مند (دستخط) اے۔ ایچ۔ میرز اے۔ ڈی۔ سی

۴ جون کو سینما ہال میں لکچر دیا۔ ہر ماہ کا پہلا اتوار ایک خاص خصوصیت رکھتا ہے۔ کہ ریلوے کا کرایہ آدھا ہو جاتا ہے اور لوگ اکثر اسمیں نقل مکان کرتے ہیں اسلئے پہلا اتوار کو عام جلسہ کیا جاتا ہے اور بیرون کے لوگوں کو بھی دعوت دیجاتی ہے۔ اس دفعہ سورۃ فاتحہ پڑھکر یہ بیان کیا گیا۔ کہ مذاہب عالم میں صرف ایک ہی مذہب اسلام ہے۔ جو کہ اللہ تعالےٰ کے صفات کما حقہ بیان کرتا ہے دیگر مذاہب کی غذیہ اللہ کے متعلق بہت ناقص و خام ہے بھیر ٹیے ہوتے ...

## سُنّی عقائد کی ہتک

آجکل چودہری دلو رام کوثری کی نظمیں پبلک میں بہت شائع ہو رہی ہیں۔ چونکہ نام ہندو ہے۔ اور مضمون مسلمانوں کے بزرگوں کی تعریف میں ہوتا ہے۔ اس لئے اخبار والے انہیں بلا تامل درج کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ان نظموں میں سُنّی عقائد کی سخت ہتک کی جا رہی ہے۔ اور شیعیت کی تائید ہیں تعجب ہے۔ کہ وکیل بھی اس نکتہ کو نہیں سمجھ سکا۔ اور پیغام کی تو بوجہ غلبۂ رفض پہلے ہی سے عقل ماری جا چکی ہے۔ تعجب ہے کہ مسلمانوں اور پھر سُنّی مسلمانوں کے اخباروں میں ایسی نظم چھپے جس کا ہیڈنگ ہو۔ ع

قرآن سے بے خبر ہے تو کیسا خلیفہ ہے

اور خواہ مخواہ حضرت عمر پر حملہ کیا جائے۔ کہ وہ قرآن سے بے خبر تھے۔ پھر یکم جولائی کے وکیل میں دلو رام نے نظم لکھی ہے۔ کہ ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؓ اکٹھے جا رہے تھے۔ شیخین نے کہا کہ ؎

لنا میں نون کا نقطہ ہے جیسے
تم ایسے ہم میں ہو اے برادر

حضرت علی نے جواب دیا ؎

مرے ہونے سے ہے۔ ہونا تمہارا
اگر ہوتا نہ میں تم لا تھے یکسر

اس پر شیخین لاجواب ہو گئے۔ انہوں نے کہا۔ آپ ہی کے گھر میں قرآن اترا۔ ... ... ... آپ ہی کعبہ میں پیدا ہوئے۔ آپ ہی سے آل نبی قائم ہے

تمہیں ہو سابق الاسلام بیشک
مقدم تم ہو۔ ہم سب ہیں موخر

ایسے ایسے مصرعوں سے ظاہر ہے کہ پردے پردے میں سنیوں پر حملہ ہے۔ اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی شان کی ہتک مطلوب ہے۔ ہم کو بہت افسوس ہے کہ ایسی نظموں کو ماں وقعت دی جاتی ہے۔ جو حقیقی اسلام کے برخلاف ہے۔ اور پھر ایسے شخص کی نظم یا تحریر کو نہایت نفرت سے دیکھنا چاہئے جو اسلام نہ لانے۔ اپنا ہندوانہ نام پسند کرے۔ اور مسائل اسلامیہ لکھے۔ گویا وہ اسلامی عقائد کو ایک تمسخر و استہزا کا آلہ بناتا ہے۔ جس دل میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی وقعت ہو۔ وہ تو اسلام لانے

میں ایک منٹ کی دیر اپنے لئے جہنم سمجھتا ہے ہمعصر وکیل توجہ کرے ؎

## اپنے یتامیٰ کی خبر لو

برادران سلسلہ احمدیہ پر یہ امر بخوبی روشن ہے۔ کہ ساکین و یتامیٰ کی ایک کافی تعداد دار الامان میں برائے حصول تعلیم دینی اقامت پذیر ہے۔ ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے دفتر ہذا کو اکثر وقت رہتی ہے۔ ان کی درخواستوں کو رد بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس تکلیف کو رفع کرنے کے لئے ذی مقدرت اور صاحب ہمت احباب کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ اگر آپ لوگ تھوڑی سی توجہ اس قابل امداد گروہ کی طرف مبذول فرما دیں۔ تو دفتر کی یہ دقت بہت آسانی سے رفع ہو سکتی ہے۔ وہ اسطرح پر کہ جب آپ نئے پارچات اور جوتی پہنیں۔ تو پرانے پارچات اور جوتی ان مساکین کے لئے دفتر ہذا میں بھیجدیا کریں۔ ہر ایک مستعمل پارچہ یا جوتی یا کتاب کو ہم شکریہ کے ساتھ قبول کرینگے۔ اگر اس بات کی عادت ہمارے احباب میں پڑ جائے۔ تو امید کی جا سکتی ہے کہ دفتر کو ان اخراجات کے لئے جو ایک بھاری رقم ہوا خرچ کرنی پڑتی ہے۔ وہ خرچ نہ ہو۔ پس اس بات کے لئے عموماً ہر ایک احمدی بھائی کو اور خصوصاً سیکرٹریان انجمنہائے احمدیہ بیرونجات کو اپنے احباب میں زور سے تحریک کرنی چاہئے۔ کہ وہ زائد از ضرورت قرآن شریف۔ دیگر کتب درسی۔ پارچات۔ جوتی۔ موسم سرما کے لئے لحاف تو شک وغیرہ وغیرہ دفتر سکرٹری صدر انجمن قادیان کے نام بھیجکر عند اللہ مشکور ہوں ؎

شیر علی۔ سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

## اخبار الفضل کے لئے نیا انتظام

اس نمبر کے ساتھ یہ عاجز اپنے فرائض متعلقہ سے سبکدوش ہوتا ہے۔ آئندہ الفضل جن مبارک ہاتھوں میں جاتا ہے۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ آپکے لئے زیادہ دلچسپی و اضافہ معلومات دینیہ کا اہتمام فرمائینگے ؎

(اکمل)

# فہرست وصایا

## درماہ مئی ۱۹۱۶ء

۱۱۱۳ - غلام فرید ولد شیخ نور الدین صاحب قوم ککے زئی ساکن کنجاہ۔ ضلع گوجرات۔ اپنی آمدنی [illegible] روپے ماہوار کے دسویں حصہ کی وصیت کی ؎

۱۱۱۴ - مسماۃ چراغ بی بی بنت ہنسو قوم ارائیں۔ ساکن حسین آباد حال مقیم قادیان۔ اپنی جائداد منقولہ از قسم زیور قیمتی مبلغ [illegible] روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی ؎

۱۱۱۵ - مسماۃ ہنسو بنت حامد صاحب۔ قوم ارائیں ساکن قادیان اپنی جائداد منقولہ از قسم زیور قیمتی مبلغ [illegible] روپے (⅒) حصہ کی وصیت کی ؎

۱۱۱۶ - عبد الحکیم ولد چودہری شرف دین صاحب قوم زمیندار چیمہ ساکن موضع عادل گڈھ ضلع گوجرانوالہ۔ اپنی جائداد ایک ہزار جو پراویڈنٹ فنڈ ریلوے میں جمع ہے اس کے دسویں حصہ کی وصیت کی ؎

۱۱۱۷ - مسماۃ محمودہ بیگم عرف سعید جان زوجہ عبد الحکیم صاحب قوم راجپوت ساکن راولپنڈی حال کلرک دفتر اگزیمنر ریلوے لاہور۔ اپنی جائداد از قسم زیور و مہر کل رقم مبلغ [illegible] کے دسویں حصہ کی وصیت کی ؎

۱۱۱۸ - مہتاب الدین ولد اللہ رکھا صاحب قوم چوکیدار ساکن دہرم کوٹ بگہ۔ ضلع گورداسپور۔ اپنے مکان مالیتی یکصد روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی

۱۱۱۹ - محمد شریف ولد فتح الدین صاحب قوم ارائیں ساکن دہرم کوٹ بگہ۔ ضلع گورداسپور۔ اپنے مویشی مالیتی [illegible] روپیہ کے ⅒ حصہ کی وصیت کی ؎

۱۱۲۰ - شریفاً زوجہ محمد حسن صاحب قوم ارائیں ساکن عثمان پور تحصیل سنگرور علاقہ جھیند تھانہ کولاراں اپنی جائداد منقولہ از قسم زیور و مہر کل مالیتی ۱۶۷ روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی ؎